

”تقریظ“ ”حاضر و ناظر“

ہر چند کہ دیوبندی، بریلوی اختلافی مسئلہ اس قدر سنگین نہیں جو حل طلب نہ ہوتا ہم اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اب کچھ عرصہ سے اس فروعی اختلافی مسئلہ نے باقاعدہ تنازعہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

معاشرے کا ایک عام فرد جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات بجالاتے ہوئے زندگی گزارنا چاہے جب اضطراری حالت میں ہے کہ حق و ناحق میں تمیز کس طرح کرے.....؟ کیونکہ جب تک یہ مسئلہ کتابوں اور علماء کے مباحثوں تک محدود تھا تو ٹھیک تھا لیکن اب پبلک مقامات، بسوں، چوکوں، چوپالوں حتیٰ کہ ایک ہی گھر کے افراد کا اس مسئلہ کے بیچ دنگا فساد مچانا اور علم نہ ہونے کی وجہ سے وہی تباہی بکنا کسی طور پر بھی مستحسن نہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ایک سادہ لوح شخص بھی براہ راست متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اگرچہ اس موضوع پر علماء کی کثیر کتب موجود ہیں لیکن اختصار کیساتھ، کتابچہ کی ترتیب پر، عام فہم انداز کہ ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکے بہر حال اس کا فقدان تھا۔ مؤلف نے جس جانفشانی سے غیر جاندارانہ طرز پر آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور ائمہ احناف کے فتاویٰ جات کو جمع کیا ہے وہ واقعتاً قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سخی جلیلہ کو قبول کرتے ہوئے اسے ہزاروں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے..... (آمین)

احقر مولانا عبدالمجید
مدرس و ناظم اعلیٰ (شعبہ غیر ملکی)
جامعہ بنوریہ

APPROVED

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي شَرَّفَنَا عَلَى سَائِرِ الْأَصْمِ بِرِسَالَةِ مَنْ احْتَصَهُ مِنْ بَيْنِ الْأَنَامِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحُكْمِ، صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَالِيهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

عام طور پر دارالعلوم ”دیوبند“ اور شہر ”بریلی“ کی طرف منسوب دو مکاتب فکر کے علماء (جو دعویٰ داری ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اور ہندوستان میں مجدد الف ثانیؒ و شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلویؒ تک بھی دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ فریقین ان اکابر کے عقیدت مند و متعرف دکھائی دیتے ہیں) لیکن آجکل ایک طرح کی شدت کی لہریں اٹھی ہے اور نوبت ایک دوسرے پر کفر کے فتوے تک جا پہنچی ہے حد تو یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کی بات (موقف) سُننا تو کجا، چہرہ تک دیکھنے کا روادار نہیں۔

ہم کسی فریق کا نام لے بغیر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں ان چار بنیادی مختلف فیہ عقائد کے بارے میں بحث کریں گے جنکی اثبات و نفی کی وجہ سے دو گروہ وجود میں آئے باقی سینکڑوں اختلافی مسائل انہی چار میں سے کسی ایک کے ذیل میں آتے ہیں۔

- (۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ”نور“ تھے یا بشر ؟؟.....
- (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ”عالم الغیب“ تھے یا نہیں ؟؟.....
- (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ”حاضر و ناظر“ ہیں یا نہیں ؟؟.....
- (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ”مختار کل“ ہیں یا نہیں ؟؟.....

”حاضر و ناظر“

یہ دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں جنکے معنی ”موجود“ اور ”دیکھنے والا“ کے ہیں۔ اور جب دونوں کو ملا کر استعمال کیا جائے تو مراد ہوگی کہ وہ شخصیت جس کا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں بلکہ بیک وقت ساری کائنات کو محیط ہے اور کائنات کی ایک ایک شے کے تمام حالات اول تا آخر اسکی نظر میں ہیں۔ اور یہ صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہی شایان شان ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ روضہ اطہر میں استراحت فرما ہیں۔ اور دنیا بھر کے مشتاقان زیارت وہاں حاضری دیتے ہیں۔ اگر ”حاضر و ناظر“ سے یہ مطلب لیا جائے کہ اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپ ﷺ کی روح طیبہ کو اجازت ہے کہ جہاں چاہیں تشریف لیجائیں۔ اول تو اس سے آپ ﷺ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت نہیں ہوتا مثلاً پاکستان کے ہر شہری کو اجازت ہے کہ وہ ملک کے جس حصے میں جب چاہے جاسکتا ہے۔ کیا ہر پاکستان حاضر و ناظر ہے.....؟؟

اب اگر کسی جگہ کا دعویٰ کیا جائے مثلاً بوہرہ پیر میں محفل میلاد پر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں یہ ایک مستقل دعویٰ ہے جس کی کوئی شرعی دلیل نہیں لہذا دعویٰ ہی باطل ٹھرا۔ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ابھی کسی جگہ کچرا خانہ تھا۔ خاکروبوں نے صفائی کی، شامیانہ لگا۔ اسپیکر آئے، قوال آئے، لوجی اب آپ ﷺ بھی تشریف لے آئے (نعوذ باللہ من ذالک)

فرض کریں بیک وقت شہر کراچی میں آٹھ، پورے ملک میں آٹھ سو محافل منعقد ہیں (ہر چند کہ تمام عاشقان رسول ﷺ ہندو پاک ہی میں نہیں رہتے) کیا نعوذ باللہ یہ استہزاء نہیں کہ آپ ﷺ ایک قدم اس محفل میں ہیں پھر دوسری پھر تیسری میں.....!! اور اس اثناء میں جو مسلمان روضہ اقدس پر پیش ہو کر۔

”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا تحفہ پیش کرینگے انکا سلام کون وصول کریگا؟ وہاں ایک نائب بھی موجود ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ بعض حضرات تو اولیاء اللہ کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ انکے نزدیک پیر فقیر اپنے مزار شریف پر بیٹھنے والے پرندوں کی جنس تک سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ ہمیں انکی سخاوت پر تعجب ہے کہ کسی فیاضی سے اللہ تعالیٰ کی صفت کیلئے مخلوق میں تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔

علماء اہلسنت کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

علماء نے فرمایا کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں۔ وہ جان لے کہ اس نے کفر کیا۔

قال علماءنا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلیم یکفر فتاویٰ بزار یہ عالمگیری (ص ۳۲۶)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ولی ہوتا ہے بعد کے نبیوں میں سے میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔

ربنا وابعث فيهم رسولا
منهم.....(الآيه)
(البقرة: آیت ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار! بھیج ان
میں ایک رسول انہی میں کا۔

جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو نہ حاضر و ناظر تھے نہ عالم الغیب کلام پاک میں قوم لوط کی تباہی کے واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دو فرشتے بصورت انسان آپ کے پاس مہمان ہوئے تو انہوں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیکر دل میں کہا:

قوم منکرون.....(الایہ)
کوئی اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں

پھر انھیں بٹھا کر پچھڑا بھون لائے اور کھانسی فرمائش کی۔ وہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو خاموشی سے دیکھنے لگے۔ آپ نے پھر کہا کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے پھر بھی کھانے کو ہاتھ نہ بڑھایا۔ آپ ڈر گئے مبادا دشمن نہ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم کون ہو.....؟؟ ہمارے ہاں کھانا کیوں نہیں کھاتے.....؟؟

قالو الا تخف انا ارسلنا الی
قوم لوط
وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے گئے ہیں
قوم لوط کی طرف۔
(صود: آیت ۷۰)

انسانی صورت میں موجود فرشتوں کو جلیل القدر نبی نہیں پہچان پارہے یہ کس بات کی دلیل ہے.....؟ حالانکہ حاضر و ناظر جانتا ہوتا ہے کہ یہ ابھی آسمان سے اتر کر فلاں راستے سے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ملک بابل سے ہجرت کر کے شام جانا کیا معنی.....؟ پھر شام سے بار بار اپنے لخت جگر و ریفۃ حیات کی ملاقات کیلئے مکہ مکرمہ تقریباً (21,000 میل) کیوں تشریف لیجاتے رہے.....؟

الغرض اس باطل عقیدے کی رو سے انبیاء علیہ السلام کی ہجرت اور نقل و حرکت سب باطل ٹھہرتی ہے۔ اب آئیے موضوع کی طرف! اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو ہجرت مدینہ، نیز معراج میں مکہ سے مسجد اقصیٰ روانگی، وہاں تمام انبیاء کا صف کی صورت میں آپ ﷺ کا منتظر ہونا، پھر امامت انبیاء کے بعد سورۃ المنتہی جانا، اسی طرح جنگ بدر، خیبر، حنین و طائف کا سفر اور پھر حج کیلئے جاتے ہوئے راستے میں مشرکین مکہ کا روک لینا اور صلح حدیبیہ کی صورت میں واپسی، مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے دوسری گلی، ایک ایک سردار کے پاس دعوت اسلام لیکر جانا، حتیٰ کہ اس عقیدے کی بنیاد پر العیاذ باللہ آپ ﷺ کا مہاجر ہونا ہی باطل ٹھہرتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کا حاضر و ناظر نہ ہونا اور امر غیب سے عاری ہونا حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کی صورت میں بھی موجود ہے۔

قالو یا لوط انا رسل ربک
لن یصلو الیک.....(الآیہ)
(صود: آیت ۸۱)

وہ فرشتے بولے اے لوط.....! ہم تو
(انسان نہیں بلکہ) تیرے رب
کے فرشتے ہیں یہ قوم والے ہرگز
تجھ تک نہ پہنچ سکیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں اور بیٹے (حضرت یوسف علیہ السلام) کو بھی عنقریب نبوت ملنے والی ہے پھر انکی جدائی میں رونا کیا معنی.....؟ جبکہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کے ناطے انہیں معلوم ہو جاتا کہ قریب ہی کنوئیں میں یوسف موجود ہیں اور پھر مختار کل ہونے کے ناطے وہ انہیں پلک جھپکتے ہی اٹھا بھی لیتے جب انبیاء علیہ السلام میں یہ صلاحیتیں مفقود ہیں تو پھر چودھویں صدی کے پیر و فقیر کیونکر جھولی بھر بھر کے دینے لگے.....؟ یا ڈوبی کشتی پار لگانے لگے.....؟ یا بیٹے عطا کرنے لگے یا بگڑی بات بنانے لگے.....؟ جبکہ علماء اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام اولیاء، غوث، قطب، ابدال ملکر ایک ادنیٰ سے صحابی کے گھوڑے کی ٹاپ کی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں کہ اچی، ہم تو بات آنحضرت ﷺ کی ذات کے متعلق کر رہے ہیں اس میں سابقہ انبیاء کی مثالیں کیونکر دیتے ہو.....؟ تو بھائی اسکا جواب یہ ہے کہ خالق و مخلوق کے درمیان جو روابط ہیں اس معاملے میں تمام انبیاء کا درجہ برابر ہے لیکن رتبہ کے لحاظ سے تکریم بڑھی ہوئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کلام پاک میں جہاں کہیں تمام نبیوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہاں لازماً یہ قید لگائی گئی ہے:

لا نفرق بین احد
منہم..... (الایہ)
(سورۃ بقرہ: آیت ۱۳۶)

ہم ان (انبیاء) میں سے کسی ایک
میں بھی فرق نہیں کرتے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ مچھلی اُچھل کر پانی میں جا گری اور آپ بے خبر ہیں۔ دو تین کوس آگے پڑاؤ ڈال کر خادم سے پوچھ رہے ہیں کہ ہمارا ناشتہ کدھر ہے.....؟ پھر حضرت خضر سے ملاقات ہوئی اور انکے ماروائے عقل تکوینی امور دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو اللہ پاک حضرت خضر کا جواب اپنی کتاب میں نقل کر کے ہمیں عقیدے کی پختگی کی دعوت دے رہا ہے۔

وما فعلتہ عن امری O
(الکھف: آیت ۸۲)

کوئی کام میں نے اپنی رائے سے
نہیں کیا وحی (الہام) سے ایسا ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظیم بادشاہت اور تخت و تاج کے قصے چہار سوئے عالم میں مشہور ہیں حتیٰ کہ پرندوں کی بولی سی لیکر جنات تک پر تسخیر حاصل تھی آپ بھی حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے سے برأت کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔

ومالی لا اری الہدھد امر
کان من الغائبین O
(النمل: آیت ۲۰)

کیا ہو گیا ہے کہ مجھے (آج) ہد ہد
نظر نہیں آتا یا وہ غائب ہے۔

جب آپ ﷺ معراج سے لوٹے تو مشرکین مکہ نے امتحاناً بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنا شروع کر دیں کہ فلاں چیز کیسے اور کہاں ہے.....؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا (اور نہ ہی میرے جانیکی یہ غرض تھی) سو کفار نے بھبتی اڑائی اور آپس میں ٹھٹھہ کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے الفاظ سنئے:

فکر بست کربۃ ما کربت
مثله قُط۔
(مسلم شریف۔ ص ۹۴)

میں اس قدر پریشان ہوا کہ اس سے
پہلے کبھی پریشان نہ ہوا تھا۔

پھر اللہ پاک نے تھوڑے وقت کیلئے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا مشرکین جو پوچھتے میں دیکھ کر جواب دیتا جاتا۔
عقیدہ حاضر و ناظر کے بارے میں تو صحابہ کرامؓ کا طرز عمل دیکھ کر ہی لائحہ عمل طے کیا جاسکتا ہے۔ (صحیح بخاری۔ ص ۵۶۸) میں واقعہ نقل ہے کہ
آنحضرت ﷺ نے ۴ھ میں حضرت عاصمؓ کی سرکردگی میں نوصحابہؓ کا سراپہ بھیجا مقام ہدہ پر قبیلہ بنو لحيان نے انھیں گھیر کر آٹھ افراد کو موقع پر ہی شہید کر دیا اور
سالارِ قافلہ (حضرت عاصمؓ) کو مکہ لیجا کر تختہ دار پر لٹکا دیا۔ آپ کی زبان پر شہادت کے وقت یہ الفاظ تھے۔

اللهم اخبر عنا نبیک
اے اللہ! ہمارے حالات سے نبی
کریم ﷺ کو آگاہ کر دے۔

اسی طرح بخاری شریف میں (ص ۵۸۶ پر) روایت ہے کہ ۴ھ میں مشرکین کا وفد (ایک سازش کے تحت) آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں
حاضر ہوا اور کچھ لوگ مانگے کہ اپنے علاقے میں دین اسلام کی تبلیغ کروانی ہے۔ آپ صلعم نے اصحاب صفہ میں سے ستر (۷۰) صحابہ کرامؓ کو منتخب کر کے
اسکے ساتھ روانہ کر دیا جب یہ لوگ بیڑ معنوں پہنچے تو ان کافروں نے ایک (لنگڑے) صحابیؓ کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ آپ ﷺ اس واقعے کے بعد
بہت ہی مغموم ہوئے اور ایک ماہ تک صبح کی نماز کے رکوع میں اس قوم کیلئے بدعا بھی کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر اور عالم الغیب
ہوتے تو آپ ﷺ نے مشرکوں کو سازش کرتے ہوئے دیکھا اور سنا ہوتا اور ان کے ناپاک عزائم سے پیشگی مطلع ہوتے آپ ﷺ نے اپنے مخلص احباب کو
کیونکر ان وحشی درندوں کے حوالے کیا.....؟ کیا اس عقیدے کی بنیاد پر نعوذ باللہ یہ آپ ﷺ پر الزام نہیں.....؟؟

بخاری شریف (ص ۶۱۰) میں روایت ہے کہ ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر بطور تحفہ رسول اللہ
ﷺ کو بھیجا آپ ﷺ نے بھی چند لقمے کھائے اور بعض صحابہؓ نے بھی وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشر بن براءؓ کی شہادت بھی اسی گوشت کی وجہ سے
ہوئی۔ روایت کے آخر میں ہے۔

وتوفی اصحابہ الذین اکلوا
من الشاة..... الخ
(مشکوٰۃ شریف۔ ص ۵۴۲)

آنحضرت ﷺ کے وہ صحابہ کرام
جنہوں نے وہ زہر آلود بکر کھائی تھی
وفات پا گئے۔

ابوداؤد (۲۴۶) اور سنن دارمی وغیرہ میں مذکور ہے کہ چند لقمے کھا چکنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:
”اسے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے“
اصول فقہ کا قاعدہ ہی کہ جب کوئی شخص خود کسی چیز کا اقرار کر لے تو وہ چیز وجوب کے درجے میں ہوتی ہے۔ اب سنیہ:
بخاری شریف (۱۰۶۳) اور مسلم شریف (ص ۷۴) میں یہ حدیث مذکور ہے۔ حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:
”میں بشر ہوں اور تم میرے پاس اپنے جھگڑے لیکر آتے ہو، ممکن ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے اپنے جھوٹے دعوے اور مقدمہ کو سچا

کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اسکے حق میں فیصلہ کر دوں تو اسکو یوں سمجھے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لیا ہے۔ لہذا میرے سامنے سچی بات کہنا، ملا علی قاریؒ شرح مرقات میں لکھتے ہیں کہ اگر آپ کو علم غیب حاصل ہے تو پھر حقیقت کو نہ پہچاننے کا کیا مطلب.....؟
کیا عالم الغیب پر بھی کوئی بات مخفی رہ سکتی ہے؟
مسلم شریف (۱۰۷) میں ہیکہ آپ ﷺ نے جنگ احزاب کے موقع پر حضرت حذیفہؓ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجتے ہوئے فرمایا:

قُمْ يَا حذيفة فأتنا بخبر القوم
اے حذیفہ! تو کھڑا ہو اور ہمیں دشمن
کے حالات سے آگاہ کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ راستے میں کھجور کا ایک دانہ پایا آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈرنہ ہو کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اسکو اٹھا کر کھا لیتا۔ (بخوالہ مسلم شریف ص ۳۳۴، بخاری ص ۳۲۸)
ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نظر نہ آئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا:

مَنْ احسَّ الفتى الدوسى.
اس دوسى نو جوان کا کسی کو علم ہے.....؟
(ابوداؤد ص ۲۹۵)

فریق ثانی کو غلطی اس بات پر ہوئی ہیکہ وہ کلام پاک میں لفظ شاہد سے حاضر و ناظر کا معنی لیتے ہیں حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ میں ہے:

وكذلك جعلنكم أمةً وسطاً
لتكونوا شهداء على الناس
ويكون الرسول عليكم شهيداً.
(البقرہ آیت ۱۴۳)
اور اسی طرح ہم نے بنایا تمکو امت
معتدل تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو (بروز
قیامت) اور رسول ہو تم پر گواہی
دینے والا (یعنی گواہ صفائی)

یہی مضمون سورہ حج میں اس طرح ہے:

ليكون الرسول شهيداً عليكم
وتكونوا شهداء على
الناس..... (الآیہ)
(سورہ حج آیت ۷۸)
تاکہ رسول ہو بتلانے والا تم پر اور تم
ہو بتلانے والے لوگوں پر۔

اور آل عمران میں یوں بیان فرمایا:

شهد الله أنه لا اله الا هو.
والملائكة وأولو العلم. (الآیہ)
(آل عمران آیت ۱۸)
اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی
نہیں سوائے اسکے۔ اور فرشتوں نے
اور علم والوں نے۔

اگر لفظ شاہد و شہید سے یہی معنی مراد لیا جائے تو پھر اس لحاظ سے امت کا ایک ایک فرد حتیٰ کہ ملائکہ وغیرہ سبھی حاضر و ناظر ہوئے۔ اب آئیے دوبارہ موضوع کی طرف!

تبوک سے واپسی پر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی مسلمانوں کے خلاف مغالطات بکتا آ رہا تھا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن کر اپنے چچا کو بتلادیا یہ

بات آپ ﷺ تک جا پہنچی چنانچہ زیدؓ کو طلب کیا گیا انہوں نے سارا واقعہ آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کر دیا پھر منافق کو بلوایا اس نے قسم کھا کر ایسی چرب زبانی سے بات بنائی کہ توبہ توبہ بھلا آپ (ﷺ) خود سوچئے آیا میں ایسا کہہ سکتا ہوں.....؟ اب حضرت زیدؓ کے الفاظ سنئے:

یعنی رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا
جانا اور اسے (منافق کو) سچا ٹھہرایا
اس پر مجھے اس قدر شدید رنج پہنچا کہ
اس سے پہلے کبھی نہ پہنچا تھا۔

فكذبني رسول الله ﷺ
وصدقه فأصابني همّ لم
يصبنى مثله قط.

(بخاری)

پھر اللہ جل شانہ بذاتِ خود تمام معاملے سے پردہ اٹھا دیتے ہیں:

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق
جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں
کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

والله يشهد ان المنافقين
لكذّابون. اتّخذوا ايمانهم
جُنَّةً. (الآیہ)

(المنافقون آیت ۲)

ان آیاتِ مبارکہ کے نزول پر آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو بلوایا اور فرمایا:

اے زید! بیشک اللہ نے تو تیری
تصدیق فرمادی ہے۔

ان الله قد صدقك يا زید.

پھر حضرت رفاعہؓ کا واقعہ بھی اسی طرح ہیکہ آپؐ کے گھر میں چوری ہو گئی اور چور نے آپ ﷺ کے سامنے جھوٹے حلف اور چرب زبانی سے جان بخشی
کر والی۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا لہذا اللہ خود وضاحت فرما رہا ہے کہ چور بشیر نامی منافق ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا:

اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ
جانتا تھا۔

وعلمك ما لم تكن
تعلم. (الآیہ)

(النساء آیت ۱۱۳)

اگر لفظ شاهد و شہید سے یہی معنی مراد لیے جائیں کہ آپ ﷺ ظاہر و باطن سے آگاہ و واقف ہیں تو ذرا کوئی صاحبِ بصیرت کلامِ پاک کی اس آیت کا مفہوم تو
سمجھا دے:

ومن اهل المدينة مردوا على
النفاق لا تعلمهم. نحن
نعلمهم.....(الآیہ)
(التوبہ آیت ۱۰۱)

اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق
ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو جانچتے ہیں
آپ ﷺ ان کو نہیں جانتے (بلکہ) ہم
جانتے ہیں۔

حضرت جُبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر (تقریباً سوا لاکھ سے اوپر) صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ایہا الناس انی واللہ لا ادری
لعلی لالقاکم بعد یومی هذا
بمکافی هذا الحدیث.
(مسند دارمی ص ۴۱)

اے لوگو! خدا کی قسم میں نہیں جانتا،
شاید کہ میں تم سے آج کے بعد اس
جگہ ملاقات نہ کر سکوں۔

اگر آپ ﷺ اپنے صحابہؓ سے خصوصاً میدان عرفات میں ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہو سکتے تو پھر موصوف طاہر القادری سے کراچی ایئرپورٹ پر
ملاقات او وعظ ونصائح کیا معنی.....؟

موطا امام مالک (ص ۷۵) میں یہ حدیث نقل ہے کہ ایک غریب عورت بیمار ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس کی بیماری کا علم ہوا تو فرمایا اگر اس کی وفات
ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا (تاکہ میں جنازہ پڑھاؤں) خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی وفات رات کو ہو گئی۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دیے بغیر ہی دفن
کر دیا۔ (آپ ﷺ کو اس کی وفات کا علم تک نہ تھا) صبح ہوئی تو بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اس بی بی کی وفات کی اطلاع دی کہ فلاں عورت رات کو دفن کر دی
گئی ہے آپ ﷺ کا جواب سنئے!

الم امرکم ان توزنونی بہا
کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے
ضرور اطلاع دینا.....؟

صحابہؓ نے غدر پیش کیا کہ رات کا وقت تھا آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے ہم نے آپ ﷺ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف
لے گئے اور کھڑے ہو کر اسکے لئے دعا کی۔

اب حدیث پاک سنئے اور اپنے ضمیر سے فیصلہ کر کے بتلائیے کہ اس قدر اس حدیث کی موجودگی میں حدیث کے خلاف عقیدہ رکھنا ظلم عظیم
نہیں.....؟

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ چند صحابہ کرامؓ کیساتھ باہر نکلے اور ایک قبر پر نظر پڑی تو پوچھا یہ کس کی قبر ہے.....؟
صحابہؓ نے جواب میں عرض کیا:

مولاة بنی فلان فعرّٰ فہا رسول
اللہ ﷺ

یہ بنی فلاں کی لونڈی کی قبر ہے تو
(صحابہؓ کے بتلانے سے) آپ ﷺ
نے اس کو پہچان لیا۔

پھر اسکی قبر پر کھٹے ہو کر نماز جنازہ پڑھی اور ارشاد فرمایا:

جس وقت تک میں تمہارے درمیان
موجود ہوں کسی بھی میت کو مجھے اطلاع
دیئے بغیر دفن نہ کیا جائے (کیونکہ
میری دعا باعث رحمت ہے)

لایموت فیکم میت مادمث بین
اظہر کم الا اذنتمونی بہ.....
(سنن نسائی ص ۲۲۰) (ابن ماجہ ص ۱۱۱)
(مسند احمد ص ۲۲۸) (طحاوی ص ۲۹۵) (سنن الکبریٰ ص ۴۲)

مشکوٰۃ شریف (ص ۸۶) میں حدیث نقل ہے:

اپنے گھروں کو قبر مت بناؤ (یعنی ان
میں نماز پڑھو) اور میری قبر کو عید میلہ
نہ بنالینا اور مجھ پر درود شریف پڑھو
کیونکہ تم جہاں سے بھی درود پڑھو
گے مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

لا تجعلوا بیوتکم قبوراً
ولا تجعلوا قبری عیداً
وصلوا علی فان صلوتکم
تبلغنی حیث کنتم۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے فرمایا:

بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین
میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں
کہ میری امت کی طرف سے مجھے
سلام پہنچائیں۔

ان لله ملائكة سیاحین فی
الارض یبلغونی من امتی
السلام۔
(سنن نسائی ص ۱۴۳) (مشکوٰۃ شریف ص ۸۶)
(البدایہ والنہایہ ص ۵۴) (مسند احمد ص ۴۴۱)

اب تیسری حدیث سنیے! حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے گا
میں اسے خود سنوں گا اور جو مجھ پر درود
سے درود پڑھے گا وہ مجھے پہنچایا جائیگا۔

من صلی عند قبری سمعته
ومن صلی نائیاً ابلغته۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۸۷)

مذکورہ بالا تینوں احادیث مبارکہ ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درود و سلام کا تحفہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچانے کے لئے قدسی
صفات نفوس (فرشتوں) کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ اس سے دو باتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اول یہ کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ورنہ قبر مبارک سے

دور اور قریب درود شریف پڑھنے کا ایک ہی حکم ہوتا کہ آپ صلعم بنفس نفیس خود سنتے۔ دوئم اسمین سلام کے قبولیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کیونکہ فرشتوں نے اسکو قبول کیا اور اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ اور ہم ہیں کہ ”صبا“ کو درمیان میں واسطہ بنائے بیٹھے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے اگر کسی روز صبا مدینہ کی بجائے کسی اور طرف چل دے تو اسے کون پوچھ سکتا ہے؟ دوسری بات جو ہم اپنے اطراف میں محسوس کرتے ہیں وہ یہ کہ مساجد میں آواز بلند مع ایکوساؤنڈ درود و سلام کے نام پر اسقدر شور و غل ہیکہ الامان والحفیظ..... حالانکہ یہ بات آداب مسجد کے یکسر منافی ہے۔

اگر کوئی شخص سنن و نوافل کی ادائیگی میں مشغول ہے اسکا دھیان بٹ کر رہ جائے۔ جن بڑے ہسپتالوں کے ساتھ ملحقہ مسجد میں سلام کا تحفہ پیش کیا جا رہا ہے انکے مریضوں پر کیا بیٹے گی؟ حالانکہ شریعت مطہرہ میں یہ ادب بھی مذکور ہیکہ سوتے ہوئے شخص کے نزدیک کلام پاک بھی آہستہ آواز سے پڑھا جائے۔ کوئی بھلامنس ان نقائص کی طرف متوجہ بھی کرے تو اس ”گستاخی“ کے سبب غریب کے مسلمان ہونے میں ہی شک کیا جانے لگتا ہے۔ ایک سادہ سی بات ہیکہ ”عقیدہ حاضر و ناظر“ کی موجودگی میں اسقدر شور شرابہ بذات خود ایک بڑی گستاخی ٹھہرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو بھی اس معاملے میں تنبیہ فرمائی ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لاترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی
ولاتجھروا له بالقول کجھر
بعضکم لبعض..... (الایہ)
(الحجرات آیت ۲)

اے ایمان والو اپنی آواز کو
نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند مت
کرو۔ اور نہ ان سے ایسے زور (بے
تکلفی) سے کلام کرو جیسے آپس میں
ایک دوسرے سے کرتے ہو۔

دوسری جگہ یہی مضمون یوں بیان فرمایا:

لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم
كدعاء بعضکم
بعضاً..... (الایہ)

مت سمجھو بلانا رسول (ﷺ) کا
اپنے میں برابر اسکے جو بلاتا ہے تم
میں ایک دوسرے کو۔

(النور: آیت ۶۳)

اب ہمارے ہاں چوکوں، بازاروں میں جس ”تہذیب و شائستگی“ سے یا رسول اللہؐ کہا جاتا ہے وہ سب کو معلوم ہے پھر یہ کیا بھونڈا مذاق ہیکہ ہمارے بچپن میں کسی جمعہ کے دن لائٹ نہ تھی تو انتظامیہ مسجد نے سلام ہی ”مؤخر“ کر دیا۔ بہر حال.....! اگر ہم حالت نماز ہی میں غور کر لیں تو ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اللہ پاک نے نہ صرف ہمیں درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے بلکہ ساتھ ساتھ طریقہ بھی سکھلادیا کہ باادب قبلہ رو بیٹھ کر درود پڑھا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہیکہ جب تک آنحضرت ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے ہم التحیات میں السلام علیک ایھا النبی، پڑھا کرتے تھے مگر جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم اسکے بجائے، السلام علی النبی کہنے لگے۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۶)

اب ایسا تو ہے نہیں کہ ہم بھی یونہی پڑھنے لگیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے اس عمل سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ التحیات میں جو آنحضرت ﷺ کو خطاب کے صیغہ سے سلام کیا جاتا ہے وہ اس عقیدے پر مبنی نہیں کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و موجود ہیں ہر شخص کے سلام کو خود سماعت فرماتے ہیں نہیں.....؟؟ بلکہ یہ خطاب کا

صیغہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے، جو آنحضرت ﷺ کو شب معراج میں فرمایا تھا۔

مزید طرفہ تماشہ محفل سلام ختم ہونے کے بعد اجتماعی دعا پر نظر آتا ہے ذرا سینے یا اللہ حضور پر نور ﷺ کی ذات پر کروڑوں سلام، فلاں، فلاں پر کروڑوں سلام شاہ احمد رضا خان پر کروڑوں سلام.....! لیجئے جناب مولانا صاحب نے تو محمود وایا زکوایک ہی صف میں لاکھڑا کیا۔ یعنی کوئی امتیاز ہی باقی نہ چھوڑا کہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کے لئے بھی کروڑوں سلام ہیں اور چودھویں صدی کے گروہی مولانا پر بھی اتنا ہی عدد استعمال ہوا ہے کیا کسی کی نظر اس خامی پر بھی جاتی ہے.....؟؟ اگر یہی جرات کوئی غیر کرے تو.....؟